ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۳۰/۲ جولائی - دسمبر ۲۰۱۵ء

”الامام عبدالحمید الفراهی وجهوده فی التفسیر وعلوم القرآن“ تعارف وتجزیہ

ابوسعد اعظمی

امام عبدالحمید الفراہی (۱۸۶۳-۱۹۳۰ء) کی شخصیت علمی دنیا میں محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ تفسیر اور علوم القرآن کے میدان میں ان کی غیر معمولی خدمات کے اعتراف میں متعدد کتب منظر عام پر آچکی ہیں[۱]۔ گرچہ یہ حقیقت ہے کہ عرب دنیا میں جس بڑے پیمانے پر ان کے تعارف کی ضرورت تھی اس کا حق ادا نہیں ہوسکا۔ تاہم اِدھر چند برسوں سے علامہ فراہی کے افکار وخیالات عرب دنیا میں بھی محققین کی توجہ کا مرکز بنے ہیں اور اس پر بحث وتحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔ علامہ فراہی کی مشہور تصنیف ”الامعان فی أقسام القرآن“ ان کی وفات کے دو ماہ بعد مطبعہ سلفیہ، قاہرہ سے شائع ہوئی تھی[۲]۔ ”کتاب مفردات القرآن“ ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی کی تحقیق سے دارالقلم، دمشق سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی تھی[۳]۔ امام فراہی کی ناتمام تفسیر ”نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان“ کے نام سے دو جلدوں میں دار الغرب الاسلامی، تونس سے طبع ہو چکی ہے۔ پہلی جلد میں سورہ بقرۃ، سورہ آل عمران، سورہ الحج کے بعض اجزاء اور سورہ ذاریات کی تفسیر شامل ہے جب کہ دوسری جلد چند الگ الگ سورتوں کی تفسیر پر مشتمل ہے[۴]۔ امام فراہی کی تفسیر سورۃ الکوثر بھی خوبصورت تقطیع میں حال ہی میں دارعمان، اردن سے شائع ہوئی ہے[۵]۔ البتہ ان کی ایک اہم تصنیف ”جمهرة البلاغة“ جو دنیائے بلاغت میں انفرادی شان کی حامل اور قرآنی بلاغت کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ اب بھی عرب دنیا سے اشاعت کی منتظر ہے۔ اسی طرح

متعدد عرب اسکالرس نے وقتاً فوقتاً ان کی علمی خدمات کے تعارف وتجزیہ کے مقصد سے مضامین قلمبند کئے ہیں۔ ان میں یوسف الشربجی، احمد حسن فرحات، احمد مطلوب اور یحیی المعلمی الیمانی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔لیکن اب تک عرب دنیا میں کوئی ایسی مبسوط تالیف سامنے نہیں آئی تھی جو تفسیر اور علوم القرآن کے باب میں ان کے جملہ اکتسابات کا احاطہ کر سکے۔زیر مطالعہ کتاب عرب دنیا کے باہر کسی عالم دین اور قرآنیات سے شغف رکھنے والے کے قلم سے عربی میں علامہ فراہی کی قرآنی خدمات کے تعارف کی اولین کوشش ہے۔اس میں ان کے اکتسابات،تفردات،منہج تفسیر اور ان کی بعض کتب کا قدماء کی کتابوں سے موازنہ کر کے ان کی انفرادیت کو واضح کیا گیا ہے اور بعض ایسے پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے جس کی بنیاد پر علامہ فراہی کو قدماء پر سبقت حاصل ہے۔یہ کتاب ''الامام عبدالحمید الفراهی وجهوده فی التفسیر وعلوم القرآن '' دراصل ڈاکٹر محمد فرید راوی کا پی ایچ ڈی مقالہ ہے جس پر انہیں اردن یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی ہے۔ یہ پہلی بار دار الشاکر، ملیشیا سے ۲۰۱۵ء میں طبع ہوا ہے۔پیش نظر مضمون اس کتاب کے ایک تعارفی وتجزیاتی مطالعہ پر مشتمل ہے۔

۲۴۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر محمد فرید راوی نومسلم ہیں، ان کا ہندوازم سے لے کر تفسیر قرآن میں Ph.D کی تکمیل تک کا سفر انتہائی دلچسپ اور سبق آموز ہے۔اردن یونیورسٹی کے شعبۂ شریعہ میں تفسیر وعلوم القرآن کے پروفیسر محمد کازر المجالی نے اردن کے روزنامہ ''الغد'' میں ''من الهندوسية الى دكتوراة التفسير '' کے عنوان سے اس پورے واقعہ کو بڑے ہی دلچسپ انداز میں تحریر کیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ گیارہ سال کا ایک چھوٹا سا بچہ ایک مسلم بستی میں سکونت پذیر تھا۔گھر سے اسکول جاتے ہوئے راستے میں ایک مسجد پڑتی تھی جس میں عموماً لوگ نماز سے قبل تلاوت قرآن میں منہمک رہتے تھے۔قرآن کریم کی یہ مسحور کن آواز اس بچے کی سماعت سے ٹکرائی اور اسے اپنا گرویدہ بنالیا۔اگرچہ وہ عربی زبان سے نا آشنا اور اس آواز کے معنی ومفہوم کو سمجھنے سے قاصر تھا،لیکن قرآن کریم میں جو بے پناہ تاثیر ہے،وہ اس کے ذہن ودماغ میں رچ بس گئی اور ایمان آہستہ

آہستہ اس کے دل میں رسوخ حاصل کرتا چلا گیا۔ سترہ سال کی عمر میں اس نے سرکاری مرکز میں اپنے اسلام کا اعلان کرنا چاہا لیکن قانون کی رو سے اٹھارہ سال سے قبل تبدیلیٔ مذہب کی اجازت نہیں تھی۔ چنانچہ اٹھارہ سال کی عمر میں اس نے باقاعدہ اسلام قبول کیا اور پھر اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا۔ اب وہ تدریسی مشغلہ سے وابستہ ہیں اور دعوت وارشاد کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ مساجد میں ہفتہ واری درس قرآن اور یونیورسٹی ومختلف اداروں میں دینی لیکچرس کا اہتمام کرتے ہیں اور ریڈیو پر بھی ان کے اہم پروگرام نشر ہوتے ہیں۶۔ سید عبدالماجد الغوری نے کتاب کے پیش لفظ میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ ڈاکٹر فرید راوی جیسی شخصیت کے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں تھی کیوں کہ مشک و عنبر اپنی خوشبو سے خود پہچان لئے جاتے ہیں۔ البتہ ملیشیا سے باہر جو لوگ ان کے علمی ودعوتی کارناموں سے ناآشنا ہیں انہیں ان کی شخصیت سے واقف کرانے کے لئے مختصراً ان کا ذکر کردیا گیا ہے۔

سید عبدالماجد نے پیش لفظ میں ہندستانی محققین سے اس بات کا بھی شکوہ کیا ہے کہ انہوں نے ہندستان میں تفسیر وعلوم القرآن کے میدان میں ہونے والی پیش رفت کے تعارف کا حق ادا نہیں کیا ہے۔ اسی وجہ سے عرب دنیا میں یہ بات عام ہے کہ حدیث وعلوم حدیث کے باب میں علماء ہند کی نمایاں خدمات ہیں، البتہ تفسیر وعلوم القرآن کے میدان میں انہوں نے کوئی اہم کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اہل ہند کی اس کوتاہی کے نتیجہ میں علامہ فراہی جیسی عبقری شخصیت اور ان کے کارنامے اب تک اہل عرب کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں میں علماء ہند کی تفسیری خدمات کے تعارف میں عبدالماجد الغوری نے 'التفسیر والمفسرون فی الھند' کے نام سے ایک کتاب بھی مرتب کی ہے جو اشاعت کی منتظر ہے۷۔

اس کے بعد فاضل مصنف کا مقدمہ ہے جس میں اختصار کے ساتھ موضوع کی اہمیت، مقاصد، طریقۂ کار اور اس کی تکمیل میں درپیش مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں تفسیر وعلوم القرآن سے متعلق عربی زبان میں علامہ حمید الدین فراہی پر ہونے والی اب

تک کی تحقیقات کے احاطہ کی کوشش کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں کل سات کتب و مقالات کا تذکرہ کیا گیا ہے۸۔ علامہ حمید الدین فراہی کی شخصیت اور تفسیر وعلوم القرآن کے میدان میں ان کی خدمات کے موضوع پر ہندستانی جامعات میں بھی عربی زبان میں ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالات لکھے گئے ہیں لیکن فاضل مصنف کی فہرست ان کے تذکرے سے خالی ہے۔ تمہید میں ہندستان میں اسلام کی آمد اور قرآن کریم کے باب میں علماء ہند کی خدمات کا تفسیر، اصول تفسیر، قرأت وتجوید، معاجم قرآنی و فہارس آیات، لغات القرآن ومفردات القرآن، احکام القرآن اور علوم القرآن کے ذیلی عناوین کے تحت اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور اس سلسلے میں ان کا مکمل انحصار محمد عارف اعظمی عمری کی مرتب کردہ کتاب ''تذکرہ مفسرین ہند'' پر ہے۹۔ حالانکہ مصنف نے اگر ہندستانی مفسرین اور ان کی تفسیری خدمات کے موضوع پر موجود دوسری کتب سے استفادہ کیا ہوتا تو یہ فہرست اور مبسوط ہوسکتی تھی ۱۰۔

تمہیدی گفتگو کے بعد اصل موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پہلی فصل میں جو ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے، علامہ فراہی کے دور کے دینی، سیاسی، اجتماعی، تعلیمی وثقافتی حالات کا تذکرہ ہے۔ پھر امام فراہی کے سوانحی کوائف کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان کے اہم ترین اساتذہ اور شاگردوں کی فہرست دی گئی ہے اور مختصراً ان کے حالات بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ آخر میں امام فراہی کی مطبوعہ ومخطوطہ تمام تصانیف کا تذکرہ وتعارف پیش کیا گیا ہے۔ البتہ مخطوطات کے ضمن میں فاضل مصنف نے صراحت کی ہے کہ تفسیر سورۃ البقرۃ ابھی طبع نہیں ہوئی ہے ۱۱۔ حالاں کہ سورہ بقرہ، آل عمران کے کچھ اجزاء اور سورہ ذاریات بیروت سے ایک ہی جلد میں شائع ہوچکی ہیں ۱۲۔ ڈاکٹر فرید راوی چونکہ اردو زبان سے واقف نہیں ہیں اس لئے اردو میں امام فراہی کی حیات وخدمات پر مطبوعہ کتابوں سے استفادہ ان کے لئے آسان نہیں تھا اگر چہ انہوں نے مقدمہ میں مصدق مجید خاں الندوی کا شکریہ ادا کیا ہے اور اس بات کی صراحت کی ہے کہ بعض اہم مقامات پر انہوں نے ان سے اردو سے عربی میں تعریب کرائی ہے۔ لیکن موجودہ فصل میں ''مفردات القرآن'' کی ابتدا میں ڈاکٹر محمد اجمل

اصلاحی، اور ''الامعان فی اقسام القرآن '' میں مولانا سید سلیمان ندوی کا تحریر کردہ امام فراہی کا سوانحی خاکہ ہی بالعموم ان کے پیش نظر رہا ہے اور کہیں کہیں مولانا عبدالحی الحسنی کی ''نزھۃ الخواطر '' سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ یوسف ہارویز کے متعلق فاضل مصنف نے سکوت اختیار کیا ہے اور حاشیہ میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ انہیں ان کے حالات زندگی سے متعلق کوئی معلومات فراہم نہیں ہوسکی ہیں۔

دوسری فصل میں جو چار ذیلی عناوین پر مشتمل ہے اور اس کتاب کی سب سے طویل اور اہم فصل ہے فاضل مصنف نے تفصیل سے بالترتیب امام فراہی کے منہج تفسیر، "تعلیقات فی تفسیر القرآن الکریم" میں ان کا منہج، قرآن کریم کے بعض مسائل سے متعلق امام فراہی کی آراء ان کی کتب ورسائل کی روشنی میں اور بعض سورتوں کی تفسیر میں امام فراہی کا جمہور مفسرین سے اختلاف اور ان کے تفردات کا تذکرہ کیا ہے۔

دوسری فصل کے پہلے مبحث میں امام فراہی کے منہج تفسیر پر گفتگو کرتے ہوئے سب سے پہلے تصورِ نظم سے بحث کی گئی ہے۔ نظم کی لغوی واصطلاحی تعریف کی گئی ہے پھر ربط ومناسبت اور نظم کے مابین فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نظم کے سلسلے میں مسلم بن الیسار البصری (م۱۰۱ھ) زمخشری (م۵۳۸ھ) ابو بکر بن العربی (م۵۴۳ھ) امام رازی (م۶۰۶ھ) امام شاطبی (م۷۹۰ھ) امام بقاعی (م۸۸۵ھ) ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز (م۱۹۵۸ء) اور سید قطب شہید (م۱۹۶۶ء) کی آراء نقل کی گئی ہیں اور امام فراہی کی دلائل النظام کے حوالہ سے نظم کی رعایت اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد کا ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن، اس کی ماہیت اور علامہ فراہی کی تفسیر سے اس کی مثالیں درج کی گئی ہیں۔ اس کے بعد خبری مآخذ کا تذکرہ ہے اور احادیث کے سلسلے میں امام فراہی کے نقطۂ نظر کو واضح کیا گیا ہے[۱۴]۔ صحف سماویہ سے استفادہ اور قراءات کے سلسلے میں ان کے طریقۂ کار کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل مصنف نے اس بات کی تشریح کی ہے کہ امام فراہی نے اپنی تفسیر میں صرف دو مقام پر قراءات کا حوالہ دیا ہے۔ پھر آیات احکام کی توضیح میں امام فراہی کے منہج کو واضح کیا گیا ہے اور اس بات کی صراحت کی ہے کہ امام فراہی کی تفسیر

میں فقہی مسائل سے بہت زیادہ تعرض نہیں کیا گیا ہے۔آیات احکام کی تشریح وتوضیح کے ضمن میں امام فراہی کی تفسیر سے رخصت واحسان کا فرق،تعزیرات کا مفہوم،قرآن کریم میں پنج وقتہ نماز کے اوقات مذکور ہونے کے سلسلہ میں امام فراہی کی رائے اور سفر میں قصر نماز کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے اور آخر میں نتیجۂ بحث اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ اگر فقہی احکام قرآن کریم کی صریح آیات سے متصادم ہوں تو وہ قابل قبول نہیں ہوں گے جیسا کہ مذکورہ فقہی مسائل میں امام فراہی کے نقطۂ نظر سے واضح ہے۔اس کے بعد عقیدہ وکائنات سے متعلق آیات کی تفسیر کا فراہی منہج پیش کیا گیا ہے اور اس ضمن میں صفات باری تعالی کے اثبات اور رویت الٰہی کے مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔فاضل مصنف کا خیال ہے کہ عقائد کے باب میں امام فراہی کا وہی نقطۂ نظر ہے جو عام علماءِ عقائد کا ہے البتہ اس سلسلے میں وہ نظم قرآن کی روشنی میں اپنا منہج طے کرتے ہیں۔امام فراہی کو قرآن کریم سے جو خاص شغف تھا اور قرآن مجید میں تدبر وتعمق کا جو خاص ذوق ان کے اندر پایا جاتا تھا، اساتذۂ مدرسۃ الاصلاح کی روایت کی روشنی میں اسے بیان کیا گیا ہے۔فاضل مصنف لکھتے ہیں،"مدرسۃ الاصلاح میں آمد کے موقع پر مجھ سے بعض اساتذہ نے بیان کیا کہ جب امام فراہی قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے تو وہ اس کے معانی ومفاہیم میں اس حد تک غرق ہوجاتے کہ انہیں اپنے وجود اور گرد وپیش کا مطلق احساس نہیں ہوتا تھا"[۱۵]۔مطالعہ ودرس،تعلم وتعلیم اور تالیف و تصنیف سے امام فراہی کے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد تھا: قرآن کریم کا فہم حاصل کرنا اور دوسروں میں اس فہم کو عام کرنا۔ظاہر ہے جس کے رگ وپے میں اس حد تک قرآن کریم رچا بسا ہو اس کے اندر ایک خاص قسم کے ذوق کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔سورہ فاتحہ کی تفسیر میں امام فراہی نے مختلف آیات سے انبیاء کرام کے درجات کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے[۱۶]، فاضل مصنف نے اس کے حوالہ سے امام فراہی کے اس ذوقِ خاص پر روشنی ڈالی ہے اور اپنا نقطۂ نظر ان الفاظ میں پیش کیا ہے کہ "ضروری نہیں ہے کہ علامہ فراہی نے جو کچھ فرمایا سب صحیح ہی ہو۔یہ سورہ فاتحہ کی ایسی انفرادی تفسیر ہے جس کی طرف کسی مفسر کی تفسیر میں اشارہ تک نہیں ملتا ہے۔اس کا تفسیر سے کوئی تعلق نہیں ہے اور امام فراہی نے جو رائے

اختیار کی ہے اس کی تائید میں قریب و بعید کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔اس ضمن میں علامہ فراہی پر گرفت کی جاسکتی ہے''۱۷۔اس مبحث کے آخر میں تفسیر فراہی میں اشعار عرب کے اہتمام کا تذکرہ کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ علامہ فراہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ مفردات کی تشریح وتوضیح کے سلسلے میں لغات ومعاجم پر انحصار نہ کر کے اس کے حق میں اشعار عرب سے دلیل فراہم کرتے ہیں ۔علامہ فراہی نے استشہاد باشعار العرب کے اصول کو صرف وضع ہی نہیں کیا ہے بلکہ انتہائی مہارت کے ساتھ اپنی تفسیر میں اس اصول کو برتا بھی ہے۔

اس فصل کے دوسرے مبحث کا عنوان ہے''قرآن کریم کے اپنے خاص نسخہ پر تعلیقات وحواشی کے سلسلے میں امام فراہی کا منہج''۔۱۶ صفحات پر مشتمل اس مبحث میں تعلیقات امام فراہی کا تعارف، اس کی عکسی تصاویر،تعلیقات کا لغوی واصطلاحی مفہوم اور سورہ بقرہ ،سورہ عبس ،سورہ فیل اور سورہ اللہب سے تعلیقات کے بعض نمونے پیش کئے گئے ہیں ۔انہوں نے اپنے احساسات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے،''یہ تعلیقات اپنی ترتیب کے لحاظ سے مزید مطالعہ کی متقاضی ہیں ۔ان میں وارد احادیث اور غیر واضح عبارات کی تحقیق وتخریج ہونی چاہئے اور اگر میں یہ کہوں تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ اپنے مضمون اور طریقۂ تحلیل کے لحاظ سے اس میں تفسیر جلالین سے زیادہ ہمہ گیریت ہے''۱۸۔

اس فصل کے تیسرے مبحث میں قرآن کریم کے بعض مسائل میں امام فراہی کے رسائل وکتب کی روشنی میں ان کی آراء کا تجزیہ کیا گیا ہے۔۲۹ صفحات پر مشتمل اس مبحث میں امام فراہی کی تین مشہور کتابوں''الرأی الصحیح فی من هو الذبیح''''حجج القرآن''اور''حکمة القرآن''کے حوالہ سے بعض مسائل میں امام فراہی کی اہم ترین آراء وافکار پیش کی گئی ہیں۔سب سے پہلے ذبیح کے سلسلے میں امام فراہی کی رائے پیش کی گئی ہے اور علامہ سید سلیمان ندوی کے اس اعتراف کو نقل کیا گیا ہے کہ پوری اسلامی تاریخ میں اس موضوع پر اس سے عمدہ رسالہ ان کی نظر سے نہیں گزرا ہے۱۹۔اس کے بعد تالیف کے پس منظر، اس کے اسباب ومحرکات اور یہودی صحف کی روشنی میں اس کی صحیح تصویر پیش کی گئی ہے۔

حضرت اسماعیلؑ ہی ذبیح ہیں، اس کے اثبات کے لئے اختصار کے پیش نظر توریت اور قرآن کریم سے پانچ پانچ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ اصل کتاب میں امام فراہی نے اپنی رائے کے اثبات میں توریت اور قرآن کریم سے تیرہ تیرہ دلائل نقل کئے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں۔ اور آخر میں علماءِ اسلام کی علمی دیانت اور ان کی رواداری کا تذکرہ ہے۔ اردو میں اس کتاب کے تعارف میں متعدد مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اس پوری کتاب کو اردو کے قالب میں پیش کیا ہے[20]۔

اس کے بعد "حجج القرآن" کا تجزیہ ہے اور اس کے تناظر میں امام فراہی کی بعض آراء نقل کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے حجۃ اور حجج کی ابن منظور، ازہری اور ابن فارس کے حوالہ سے لغوی و اصطلاحی تعریف پیش کی گئی ہے اور اس کی اہمیت کو سات نکات میں واضح کیا گیا ہے۔ پھر اس کتاب کے مشتملات کا تذکرہ ہے۔ اس میں ایک مقدمہ اور تین مقالات شامل ہیں۔ مقدمہ میں موضوع کی اہمیت اور اس کی ضرورت کا ذکر ہے۔ پہلے مقالہ میں تین ابواب ہیں اور اس میں منطق، فلسفہ اور کلام پر تنقید ہے۔ دوسرا مقالہ علم کی تاسیس کے باب میں ہے اور اس میں بھی المیزان، الحکمۃ البازغۃ، طریق احتجاج بالقرآن کے عنوان سے تین مقالات شامل ہیں۔ تیسرا مقالہ حجج القرآن سے متعلق ہے۔ اس میں بھی تین ابواب ہیں، ربوبیت کے دلائل، معاد کے دلائل اور رسالت کے دلائل۔ فاضل مصنف نے حجج القرآن کا تجزیہ کرتے ہوئے سب سے پہلے حجج کے باب میں امام فراہی کی رائے اور حجت کی تعریف پیش کی ہے پھر ان آفاقی دلائل کا ذکر کیا ہے جس سے خالق اور اس کی صفات کاملہ پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اقامت حجت کے تین قرآنی اصول بیان کئے ہیں پھر حجت کے لئے عقل، علم اور عمل صالح کے مقام و مرتبہ کی تعیین کی گئی ہے۔ اس کے بعد امام فراہی کی حجج القرآن میں مستعمل بعض اصطلاحات اور ان کے اصحاب کے باب میں امام فراہی کی آراء کا استدلال فطری، الہام اور حکمت کے عنوان سے تذکرہ آیا ہے۔ اور آخر میں چار نکات کی صورت میں امام فراہی کی آراء کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

آخر میں ان کی کتاب "حکمۃ القرآن" کے حوالہ سے حکمت کا مفہوم پیش کیا

گیا ہے۔علماء نے حکمت کی متعدد تعریفیں کی ہیں۔سنت، نبوت، فقہ، فہم اور نصیحت و تنبیہ کے معنی میں خود قرآن کریم ہی میں حکمت کا استعمال کیا گیا ہے۔امام فراہی کے نزدیک حکمت کا مفہوم فکر کو کام میں لانا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے جو علم و عمل میں اضافہ کا سبب ہے۔مولانا فراہی نے اپنی کتاب "مفردات القرآن" میں لفظ حکمت پر عمدہ بحث کی ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ حکمت دراصل اس قوت کا نام ہے جس سے حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔عاقل اور مہذب شخص کے لئے عرب میں حکیم کا استعمال عام تھا۔کلام عرب میں حکمت کے مذکورہ تمام مفاہیم ملتے ہیں۔اس ضمن میں امام فراہی نے سورۃ النحل/آیت ۱۲۵ کی بڑی عمدہ توجیہ پیش کی ہے۔ان کا خیال ہے کہ مخاطب تین سطح کے ہوتے ہیں، خالی الذہن، معترف اور منکر۔خالی الذہن سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص جو دین سے نابلد ہو اس کے سامنے واضح حق اور معروف اس طرح سے پیش کیا جائے جو اس کی عقل و فہم کے لئے قابل قبول ہو، اس کے لئے حکمت کی ضرورت ہے۔معترف وہ شخص ہے جو اسے تسلیم تو کرتا ہے لیکن اس کے عمل سے علم کی تائید نہیں ہوتی۔اس کے لئے موعظہ حسنہ کی ضرورت ہے اور جو شخص دعوت کا منکر ہے اس کے لئے مجادلہ بالاحسن کی ضرورت ہے[۲۱]۔امام فراہی حکمت کی توضیح و تشریح میں آگے لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم سے اس سلسلے میں تسامح ہوا ہے اور انہوں نے یہ سمجھا کی حکمت سے مراد حدیث ہے۔اس ضمن میں انہوں نے خاص طور پر امام شافعیؒ کا تذکرہ کیا ہے اور بہت تفصیل سے ان کی رائے کا تجزیہ کیا ہے۔امام فراہی اس بات کے قائل ہیں کہ حدیث کے مفہوم میں حکمت شامل ہے البتہ حدیث کے ساتھ حکمت کی تخصیص کو صحیح نہیں سمجھتے۔تجزیہ ومحاکمہ کے بعد انہوں نے اپنا نقطۂ نظر ان الفاظ میں پیش کیا ہے کہ حکمت سے احادیث مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

اس فصل کے چوتھے مبحث میں امام فراہی کے بعض تفردات کا ذکر کیا گیا ہے۔فاضل مصنف نے مبحث کے شروع میں یہ اشارہ کیا ہے کہ امام فراہی کے یہاں متعدد ایسے تفردات پائے جاتے ہیں جو جمہور مفسرین کے نقطۂ نظر سے بالکل الگ ہیں لیکن یہاں ان تمام کا احاطہ مقصود نہیں ہے۔تفردات کے سلسلے میں امام فراہی کی تفسیر سے سورہ

عبس۲۲، الفیل۲۳ اور اللھب۲۴ کا انتخاب کیا گیا ہے اور قدماء میں سے طبری، بغوی، زمخشری، رازی اور قرطبی کی تفسیر سے ان کا موازنہ کیا گیا ہے تاکہ امام فراہی کے تفردات کی نوعیت اچھی طرح واضح ہوجائے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے تدبر قرآن میں سورہ عبس کی تفسیر میں امام فراہی کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کی ہے۔ جمہور مفسرین کا خیال ہے کہ اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں نبی کریم ﷺ پر عتاب ہے اور تقریباً ہر مفسر نے اس سلسلے میں روایات میں منقول حضرت عبداللہ بن مکتوم کا مشہور واقعہ نقل کیا ہے۔ امام فراہی اصل واقعہ کے منکر نہیں ہیں البتہ وہ اسے جمہور کے نقطۂ نظر سے ہٹ کر دیکھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ان آیات میں اللہ کے رسول ﷺ کو ان لوگوں کے ساتھ وقت ضائع کرنے سے روکا گیا ہے جو کفر و عصیان پر مصر ہیں۔ اور اس ضمن میں مفسرین کے بیان کردہ اقوال کو وہ قلم کی لغزش خیال کرتے ہیں۔ اس کے بعد فاضل مصنف نے امام فراہی کے نقطۂ نظر سے قصہ کی پوری تصویر پیش کی ہے اور امام فراہی کا یہ نقطۂ نظر بیان کیا ہے کہ ان آیات میں بظاہر عتاب کا پہلو ہے لیکن حقیقت میں اس میں کفار کو زجر و تنبیہ ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کی تعریف کی گئی ہے اور اہل ایمان کی حوصلہ افزائی ہے۔ اس ضمن میں مجاہد، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے جو روایات مروی ہیں امام فراہی کے نزدیک وہ ان کے اپنے خیال کا نتیجہ ہیں، یہ کسی نص سے ثابت نہیں ہیں۔

امام فراہی کے تفردات کے ضمن میں دوسری مثال تفسیر سورہ الفیل ہے۔ امام فراہی کا خیال ہے کہ پرندے ان پر پتھر برسانے کے لئے نہیں بلکہ ان کا گوشت کھانے کے لئے آئے تھے۔ عذاب الٰہی کے عام دستور کے مطابق انہیں تیز و تند آندھی اور کڑک و گرج کے ذریعہ ہلاک کیا گیا تھا۔ اس بات کے اثبات کے لئے انہوں نے متعدد اشعار عرب سے استشہاد کیا ہے۔ سورہ الفیل کے باب میں امام فراہی کا نقطہ نظر شروع سے ہی اردو داں طبقہ میں موضوع بحث رہا ہے۔ ''کتابیات فراہی'' کے مطالعہ سے واضح ہے کہ محمد عالم آسی امرتسری نے ۱۹۳۸ میں سورہ فیل کی تفسیر اور علامہ فراہی کے عنوان سے سب سے پہلے ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ پنجاب میں مضمون شائع کیا تھا۲۵۔ اس کے بعد سے اب تک

متعدد اہل قلم نے اس کی نفی واثبات میں مقالات تحریر کئے ہیں ۔اس سلسلے میں مولانا ابواللیث شیر محمد ندوی، مولانا شبیر از ہر میرٹھی، چودھری محمد رفیق، مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی، ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، مولانا نسیم ظہیر اصلاحی اور پروفیسر ابوسفیان اصلاحی کے مقالات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔اس موضوع پر ایک عرب عالم یحیی المعلمی الیمانی کی تحریر کا اردو ترجمہ بھی تحقیقات اسلامی علی گڑھ میں شائع ہوا ہے۲۶۔ فاضل مصنف نے سب سے پہلے واقعہ فیل کے سلسلے میں امام فراہی کا موقف پیش کیا ہے اس کے بعد یحیی الیمانی کی تعقیب کا ذکر ہے اور ان دلائل کو بیان کیا گیا ہے جن کی بنیاد پر امام فراہی نے یہ رائے اختیار کی ہے۔ یحیی الیمانی نے امام فراہی کی رائے کا جو علمی محاکمہ کیا ہے اسے فاضل مصنف نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

امام فراہی ؒ کے تفردات کے سلسلے میں تیسری مثال سورہ اللہب ہے۔ بخاری میں منقول روایت کے حوالہ سے جمہور مفسرین کا یہ خیال ہے کہ اس سورۃ میں ابولہب کی ہلاکت وبربادی کی پیش گوئی کی گئی ہے جب کہ امام فراہی نے اسے فتح مکہ کی بشارت اور نوید قرار دیا ہے۔فاضل مصنف نے طبری اور زمخشری کے حوالہ سے اس پورے واقعہ کو نقل کیا ہے اور پھر امام فراہی کے موقف کو پیش کر کے اختصار کے ساتھ ان کی رائے کو پیش کیا ہے۔مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ نے ششماہی علوم القرآن میں امام فراہی کی تفسیر سورہ لہب کا عمدہ تجزیہ کرتے ہوئے ان کی رائے کو نہایت سلیقے سے پیش کیا ہے۲۷۔

۵۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی تیسری اور اہم فصل میں علوم القرآن کے باب میں امام فراہی کی آراء وخدمات کا ذکر کرتے ہوئے بعض قدیم مؤلفین کی کتابوں سے ان کی کتب کا موازنہ کیا گیا ہے۔اس فصل میں کل پانچ مبحث ہیں جن میں امام فراہی کی مفردات القرآن، اقسام القرآن، الناسخ والمنسوخ فی القرآن اور اسالیب القرآن کا بالترتیب سمین الحلبی کی عمدة الحفاظ فی تفسیر اشرف الالفاظ، سیوطی کی الاتقان فی علوم القران، مکی بن ابی طالب کی الایضاح لناسخ القرآن ومنسوخه اور علامہ زرکشی کی البرهان فی علوم القرآن سے موازنہ کیا گیا ہے۔اور آخر میں امام فراہی

کے یہاں بلاغت کا جو تصور ہے اس کا بالتفصیل جائزہ لیا گیا ہے۔

مفردات القرآن اور عمدہ الحفاظ فی تفسیر اشرف الالفاظ کے موازنہ ومقارنہ کے ضمن میں تین باب قائم کئے گئے ہیں۔ پہلے باب میں اختصار کے ساتھ مفردات القرآن یا غرائب القرآن ولغات القرآن کے موضوع پر قدماء کی تحریر کردہ کتب کا تذکرہ ہے۔اس کے بعد امام فراہی کی مفردات القرآن کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور آیات کریمہ کے اصل مقصود ومفہوم کو سمجھنے میں مفردات القرآن کی جو اہمیت ہے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے پھر اس کتاب میں امام فراہی کے منہج کو واضح کیا گیا ہے اور آخر میں درج ذیل پانچ نکات کی صورت میں امام فراہی کی مفردات کی اہم خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کتاب کے مقدمات جس میں قرآن کریم کی زبان سے متعلق اہم ترین مسائل موضوع بحث ہیں۔
۲۔ تفسیر الفاظ کے باب میں کتاب کا منہج
۳۔ بعض الفاظ کی بالکل نئی توضیح وتشریح
۴۔ ایسے جدید اصول کا سراغ جو مادے کے لغوی مشتقات کی اساس ہیں۔
۵۔ بعض ایسے کلمات کی اصل کا سراغ جن کے بارے میں مستشرقین کا خیال تھا کہ قرآن کریم نے انہیں یہود ونصاریٰ سے اخذ کیا ہے۔

دوسرے باب میں سمین الحلبی کا مختصر تذکرہ ہے اور ان کی کتاب کا مختصر تعارف پیش کر کے ان کے اسلوبِ تحقیق کو واضح کیا گیا ہے اور آخر میں ان بارہ نکات کی صورت میں اس کتاب کے امتیازات پر روشنی ڈالی گئی ہے:

۱۔ انوکھی ترتیب
۲۔ قرآنی الفاظ کا احاطہ اور ان کے لغوی بشمول حقیقی ومجازی مفہوم کی تشریح
۳۔ بوقت ضرورت شعر ونثر سے استشہاد
۴۔ قرآن میں مستعمل الفاظ کے حقیقی مفاہیم کی طرف اشارہ اور اس میں مفسرین کے اختلاف کا بیان

۵- تشفی بخش دلائل کی روشنی میں علماء کی آراء پر تنقید اور اس پر بحث و تحقیق

۶- متکلمین اور فقہاء کی آراء سے تعرض اور راجح و مرجوح کے درمیان محاکمہ و تجزیہ

۷- اسرائیلی روایات کا تذکرہ اور ان کی تردید

۸- دوسرے مسالک کے بالمقابل اہل سنت و جماعت کے مسلک کی تفصیل

۹- آیات قرآنیہ کے اسباب نزول کا تذکرہ

۱۰- مختلف مکاتب فکر اور ان کے عقائد سے تعرض

۱۱- لغوی آراء سے استناد

۱۲- مفرد الفاظ کی تشریح و تجزیہ میں نحوی و صرفی قواعد کا سہارا

تیسرے باب میں دونوں کے مابین موازنہ کرتے ہوئے مؤلف موصوف لکھتے ہیں:

> ''ان کے موازنہ سے واضح ہوتا ہے کہ شرح، لغوی تجزیہ، منہج استدلال اور الفاظ سے معانی کے استنباط کے طریقہ کار میں دونوں میں کسی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ان دونوں ہی نے محض لغوی مفہوم اور براہ راست قرآنی مفہوم کو بیان کر دینے پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس کے شواہد اور اختلاف آراء بھی بیان کئے ہیں۔اس کے بعد دونوں کتابوں سے نمونہ پیش کیا گیا ہے''۲۸؎

امام فراہی کی عبقریت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فاضل مصنف نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ عمدۃ الحفاظ کے مؤلف نے اپنی کتاب میں راغب اصفہانی اور علامہ زمخشری کی کتاب سے خوب استفادہ کیا ہے اور ان کی آراء کا تجزیہ کر کے تنقید کی ہے اور خوبیوں کا اعتراف بھی۔البتہ امام فراہی کے پیش نظر کسی مخصوص کتاب یا کسی مصنف کی ذاتی رائے کی تنقید نہیں، بلکہ اس کا مقصد کج روی اور الفاظ قرآنی کے لغوی مفہوم کے عدم فہم کے نتیجہ میں اسلامی اعتقادات اور ثابت شدہ حقائق کے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کا ازالہ تھا۔ چوں کہ امام فراہی کو عربی کے علاوہ انگریزی و عبرانی زبان میں بھی مہارت حاصل تھی اس لئے انہوں نے اپنی اس کتاب میں الفاظ کی تحقیق میں اپنی اس مہارت کا بھی بخوبی استعمال کیا ہے اور مفردات کی تحقیق میں عبرانی زبان سے بھی استشہاد

کیا ہے۔ڈاکٹر احمد حسن فرحات کے اس جملہ پر پوری بحث ختم کردی گئی ہے کہ" سابقہ مباحث کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ راغب اصفہانی اور امام فراہی کے مقدمہ میں زیر بحث تمام کتابوں سے زیادہ مواد موجود ہے"۲۹۔

دوسرے مبحث میں اقسام القرآن اور الاتقان فی علوم القرآن کے مابین موازنہ کیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ امام فراہی نے پہلے اقسام القرآن کے نام سے ایک کتابچہ تیار کیا تھا بعد میں الامعان فی اقسام القرآن کے عنوان سے ایک مبسوط کتاب تیار کی جو اپنے نام، حجم اور مباحث کے لحاظ سے پہلی کتاب سے بالکل مختلف ہے۔اگرچہ نام میں مماثلت کی وجہ سے بعض لوگوں کو تسامح ہوا ہے اور انہوں نے دونوں کو ایک ہی کتاب سمجھ لیا ہے۔فاضل مصنف نے مولانا سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر معین الدین اعظمی اور ڈاکٹر عبید اللہ فراہی کے حوالہ سے یہ واضح کیا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ کتابیں ہیں۔ اس کے بعد کتاب کے مباحث پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی اہم خصوصیات کو درج ذیل دس نکات میں پیش کیا ہے:

۱- جامعیت، شمولیت اور استقصاء
۲- سلف کے اقوال سے استشہاد
۳- بوقت ضرورت جن سورتوں میں قسمیں کھائی گئی ہیں ان کی تفسیر
۴- اس ربط کی طرف اشارہ جس کے ذریعہ وہ ایک دوسرے سے مربوط ہوتی ہیں
۵- علمی باریکیوں کا بیان اور تفسیری وتاریخی ابہامات کا حل
۶- جاہلی شعراء کے اشعار سے استشہاد
۷- اعجاز قرآنی کا اثبات
۸- فن بلاغت اور عربی فصاحت کے اسالیب سے ماخوذ نکات کا شمول
۹- دوسری آسمانی کتب سے استدلال اور عبرانی وانگریزی زبانوں سے استشہاد
۱۰- عالمی مذاہب کے درمیان مقارنہ

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر علامہ شبلیؒ نے ۱۹۰۶ء میں اس کی تلخیص کی تھی

اور اسے الندوہ میں شائع کیا تھا۔۳۰۔ بعد میں مولانا عبدالاحد اصلاحی نے دائرۂ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح کے ترجمان مجلّہ ''الاصلاح'' میں اس کا خلاصہ تحریر کیا تھا۳۱۔مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۳۲۔ آخر میں چار اہم نکات کی صورت میں مصنف نے کتاب کا خلاصہ پیش کیا ہے۔اس کے بعد اختصار سے علامہ سیوطی کے حالاتِ زندگی بیان کرکے ان کی کتاب کا تعارف پیش کیا ہے۔اور دونوں کتابوں کا موازنہ کرتے ہوئے اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ چوں کہ اس کتاب کی تالیف کے وقت علامہ فراہی کے پیش نظر ایک خاص مقصد تھا کہ قسم سے متعلق آیات کی تلاوت کے وقت قارئین کے ذہن میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ کیا جائے اس لئے سیوطی کے بالمقابل ان کے یہاں زیادہ وسعت ہے۔اور انہوں نے علمی دلائل،آیات کریمہ اور اشعار عرب کی روشنی میں اپنے نقطۂ نظر کو ثابت کیا ہے۔سیوطی کی حیثیت محض ناقل کی ہے جب کہ امام فراہی نے تعمق وتفحص سے کام لیا ہے اور اقسام القرآن کے فلسفہ کو زیادہ واضح طور پر پیش کیا ہے۔علامہ سیوطی کی کتاب میں جدت وابتکار نہیں ہے جب کہ امام فراہی نے اپنی کتاب میں اپنا فکر پیش کیا ہے۔امام فراہیؒ کی کتاب علامہ سیوطیؒ کی کتاب سے اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ اس میں قسم کی تاریخ، ہر زمانے میں لوگوں کو اس کی ضرورت،اس کے مختلف طریقے،کلماتِ قسم کے مفاہیم،اس کا اصلی مفہوم ان تمام چیزوں پر تفصیلی اور علمی انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔اقسام القرآن سے متعلق علامہ سیوطی کی بحث صرف تین چار صفحات پر مشتمل ہے،اس لئے اس میں صرف اشارات ہیں اور اس فصل میں اشعار عرب میں سے ایک شعر بھی منقول نہیں ہے،جب کہ امام فراہیؒ کی کتاب اشعار عرب سے مزین ہے۔اس کتاب میں ریطہ بنت العباس،نابغہ ذبیانی،زہیر بن ابی سلمی،الحارث بن العباد، طرفہ بن العبد،المتلمس،الاخطل اور دوسرے بہت سے شعراء کے اشعار امام فراہی نے اپنی رائے کی تائید میں بطور حوالہ کے پیش کئے ہیں۔امام فراہیؒ نے قسم کے ضمن میں صرف عربوں کے ہی طریقہ کار پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے یونانیوں میں مروجہ قسموں کے طریقوں کا بھی ذکر کیا ہے۔یہ اس کتاب کی ایسی انفرادی خصوصیت ہے جس میں اقسام

القرآن کے باب میں تالیف کردہ کوئی بھی کتاب اس کی مثیل نہیں ہے۔

تیسرے مبحث میں امام فراہی اور مکی بن ابی طالب کی کتاب کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے۔ ناسخ ومنسوخ کے موضوع پر امام فراہی کا غیر مرتب مختصر کتابچہ ہے جس میں صرف اشارے وکنایے اور چند بکھرے ہوئے مباحث ہیں۔ جب کہ مکی بن ابی طالب نے متعلقہ موضوع پر مبسوط کتاب تصنیف کی ہے۔اس میں ناسخ ومنسوخ سے متعلق تمام آراء کا احاطہ کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے تیرہ نکات کی صورت میں امام فراہی کی کتاب کے عنوانات کو درج کیا ہے۔ پھر مکی بن ابی طالب کے مختصر حالات بیان کرکے ان کی کتاب کے ابواب کا جائزہ پیش کیا ہے اور اس کی اہم خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے اور آخر میں دونوں کتابوں کے درمیان موازنہ کیا ہے۔اس موضوع پر مکی بن ابی طالب کی مبسوط کتاب میں ترتیب وتقدیم کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہے جب کہ امام فراہی کی کتاب اس سے خالی ہے۔ اسی طرح نسخ سے متعلق بہت سے علمی پہلوؤں کو مکی بن ابی طالب کی کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے اور اس میں تقریباً ان تمام آیات کا استقصاء کیا گیا ہے جن کے بارے میں مفسرین کو نسخ کا شبہ ہوا ہے جب کہ امام فراہی کے یہاں کتاب کے نامکمل ہونے کی وجہ سے یہ تمام چیزیں مفقود ہیں۔

اس فصل کے چوتھے مبحث میں اسالیب القرآن اور البرهان فی علوم القرآن کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اسالیب قرآن کے باب میں تالیف کردہ امام فراہیؒ کی ایک اہم کتاب ہے، اس میں امام فراہی نے اس موضوع سے متعلق اشارات، تلمیحات اور خیالات کو جمع کر دیا ہے۔ البتہ اس کی ترتیب وتصحیح کا انہیں موقع نہ مل سکا۔ امام فراہی نے اس کتاب کا نام اصلاً ''کتاب الاسالیب'' رکھا تھا اور ان کے مسودات میں اسی نام سے اس کا ذکر ملتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کتاب کو صرف قرآن کریم کے اسالیب کے ساتھ مخصوص کرکے کلام عرب کے اسالیب کی بنیاد پر ترتیب دینا چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ مسودہ میں موجود زیادہ تر موضوعات قرآن کریم سے متعلق تھے اور مختلف ابواب وفصول میں جو مثالیں پیش کی گئی تھیں وہ بیشتر آیات قرآنیہ ہی سے ماخوذ تھیں، اگرچہ کلام عرب سے بھی بعض مثالیں

پیش کی گئی تھیں لیکن ان کی تعداد کم تھی۔اس وجہ سے فاضل مصنف کے خیال میں مرتب نے اس کتاب کا نام اسالیب القرآن رکھا ہے تا کہ اسم اور مسمی میں اختلاف نہ ہو۔

امام فراہی نے اپنی کتاب میں کتاب کی اہمیت،اس کا موضوع،اس کے مشتملات اوراس فن کی اہمیت اوراس کے مقام کی طرف اشارہ کیا ہے۔اپنی بے پناہ اہمیت وافادیت کے باوجود یہ فن مصنفین ومحققین کی توجہ کا مرکز نہ بن سکا۔امام فراہیؒ پہلے ایسے شخص ہیں جنہیں فہم قرآن کے باب میں اس فن کی اہمیت کا احساس ہوااور انہوں نے اس میں ایک مستقل تصنیف کو ضروری خیال کیا۔فاضل مصنف نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ کاش امام فراہی نے اپنے منصوبے کے مطابق اس کتاب کی تکمیل کرلی ہوتی تو اس کی افادیت دوچند ہوتی۔کتاب کے مباحث ناقص ہیں،تاہم اس کی اہمیت وافادیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

فاضل مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ امام فراہی نے اپنی اس کتاب میں امام جرجانی،کسائی،فراءاور ابن تیمیہ جیسے نوابغ روزگار کا بھی تنقیدی جائزہ لیا ہے۔کتاب کے عناوین اوراس کے مشتملات پرایک سرسری نگاہ سے ہی امام فراہی کی وسعتِ ذہنی، تبحر علمی،وسعت مطالعہ اور صحیح افکار کا اندازہ ہو جاتا ہے۔البتہ اسالیب القرآن ارباب علم وفضل کی مزید توجہ کا منتظر ہے ۳۳۔علامہ زرکشی کی کتاب کے تعارف میں فاضل مصنف کا یہ نقطۂ نظر درست ہے کہ یہ کتاب علوم القرآن کے باب میں جامعیت وافضلیت کی ایک عمدہ مثال ہے۔اس کتاب میں علوم القرآن سے متعلق اکثر پہلوؤں کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔

دونوں کتابوں کا موازنہ کرتے ہوئے مصنف نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ امام فراہی کی کتاب کی حیثیت فی الحقیقت ایک مختصر رسالہ کی ہے جس کا مقصد کلام عرب کے عام اسالیب،اس کی مختلف صورتوں اور اس کے مواقع استعمال کا احاطہ کرتا ہے۔جب کہ علامہ زرکشی کی کتاب قرآنیات کے باب میں امہات الکتب کا درجہ رکھتی ہے اس میں جامعیت،استقصاءاور شمولیت ہے۔دونوں کتابوں میں غور وفکر کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ زرکشی کی بہ نسبت امام فراہی اپنے مافی الضمیر کی توضیح اوراپنی رائے کے اثبات پر زیادہ قادر ہیں۔اس طرح امام فراہی نکات عالیہ اور علمی باریکیاں پیش کرنے میں بھی ممتاز

ہیں۔اس ضمن میں ''القرن والفصل'' کی فصل دونوں کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اس سے امام فراہیؒ کے ذہنی ابتکار اور ان کی بیدار مغز فطرت کا اندازہ ہوتا ہے۔علامہ زرکشی کے یہاں دوسروں کی آراء پر انحصار زیادہ ہے۔دونوں ہی کتاب میں التفات کی بحث کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے اور کلام عرب سے اس کی مختلف مثالیں پیش کی گئی ہیں۔البتہ اس باب میں بھی امام فراہی کو علامہ زرکشی پر اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ انہوں نے قرآن کریم میں وارد التفات کے بہت سے فوائد اور مخفی حکمتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

آخری مبحث میں بلاغت کے باب میں امام فراہی کے نقطۂ نظر کو پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر احمد مطلوب نے جمهرة البلاغه کا تجزیاتی مطالعہ کیا ہے۔اس کا اکثر حصہ اسی سے مستفاد ہے[۳۴]۔اردو میں پروفیسر محمد راشد ندوی نے فراہی سیمینار کے موقع پر جمهرة البلاغة کا عمدہ تعارف پیش کیا ہے[۳۵]۔اس کا عربی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے[۳۶]۔اس ضمن میں فاضل مصنف نے سب سے پہلے بلاغت کی اہمیت، اور اس موضوع پر قدماء کی اہم ترین کتابوں کا تعارف پیش کیا ہے۔اس کے بعد متعدد اہل علم نے امام فراہی کی جمهرة البلاغة کے سلسلے میں داد وتحسین کے جو کلمات ادا کئے ہیں اس کا ذکر ہے۔اور اس کتاب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔اس ضمن میں نظریہ محاکاۃ کے سلسلے میں امام فراہی نے ارسطو پر جو تنقید کی ہے اس کا بھی بالتفصیل جائزہ لیا گیا ہے اور شعر بلیغ ونثر بلیغ کے سلسلہ میں امام فراہی کا نقطۂ نظر پیش کر کے اس کتاب کی اہم خصوصیات ومحاسن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔فاضل مصنف نے اس کتاب کی خوبیوں کو سراہتے ہوئے اس بات کی خواہش ظاہر کی ہے کہ اسے مزید بحث وتحقیق اور تنقیدی جائزہ کے ساتھ شائع کیا جائے۔

آخر میں مصنف نے خاتمہ کے عنوان سے بارہ نکات کی صورت میں اپنے نتائجِ بحث پیش کیے ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ امام فراہی کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں کا عرب دنیا میں وسیع پیمانے پر تعارف ہونا چاہئے۔ان کے مخطوطات کی ترتیب و اشاعت اور ان کے افکار وتفسیری تفردات کو بحث وتحقیق کا موضوع بنانا چاہئے۔اس ضمن میں مولانا فراہی کی حیات وخدمات کے تعارف کے لئے سیمینار کا انعقاد، اور ان کی آراء کا

دوسرے محققین سے موازنہ کرکے غور وفکر کے نئے دریچے وا کیے جاسکتے ہیں۔ بلا شبہ یہ کتاب امام فراہی کی حیات وخدمات پر موجودہ ذخیرۂ کتب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے، خاص کر اس پہلو سے کہ اس میں امام فراہی کی بعض اہم کتب کا اس فن کی دوسری کتب سے موازنہ کرکے امام فراہی کی عبقریت اور جدتِ فکر کو نمایاں کیا گیا ہے۔ مصنف کی محنت اور عرق ریزی کتاب کے مختلف مباحث میں صاف ظاہر ہے اور اسلوبِ تحریر معروضی اور علمی ہے۔ امید ہے کہ عرب دنیا میں اس کتاب کی اشاعت سے امام فراہی کے تعارف کے دائرہ میں مزید اضافہ ہوگا اور ان کے علمی کارناموں کو اور بڑے پیمانے پر بحث وتحقیق کا موضوع بنایا جاسکے گا۔

حواشی ومراجع

۱- امام فراہیؒ کی حیات اور تفسیر وعلوم القرآن کے میدان میں ان کی ہمہ جہت علمی خدمات کے تعارف کے لئے درج ذیل کتابیں ملاحظہ کریں: عبد الرحمٰن ناصر اصلاحی، مختصر حیات حمید، دائرہ حمیدیہ، سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۹۷۳ء، حمید الدین فراہی اہل علم ودانش کی نظر میں، دائرہ حمیدیہ، سرائے میر، اعظم گڑھ، بدون تاریخ، ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، ذکر فراہی، دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، ۲۰۰۱ء، محمد عنایت اللہ سبحانی، علامہ حمید الدین فراہی، ایک عظیم مفسر، ایک مایہ ناز محقق، ایک بلند پایہ مجدد، مکتبۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، ۱۹۷۸ء، ظفر الاسلام اصلاحی، کتابیات فراہی، ادارہ علوم القرآن، سر سید نگر، علی گڑھ، ۱۹۹۱ء، حمید الدین فراہی، حیات وافکار (مقالات فراہی سیمینار)، انجمن طلبۂ قدیم مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء، ابو سفیان اصلاحی، مولانا حمید الدین فراہی مفسر ومحقق، قرآنک ریسرچ سنٹر، کبیر کالونی، علی گڑھ الطاف احمد اعظمی، مولانا حمید الدین فراہی کے بنیادی افکار، البلاغ پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، عبید اللہ فراہی، امام فراہی کے قرآنی افکار، دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر،

اعظم گڑھ، ۲۰۱۳ء

۲۔ امام فراہی کی "الامعان فی اقسام القرآن" کے پیش لفظ میں پروفیسر عبید اللہ فراہی کی یہ صراحت موجود ہے کہ امام فراہی نے کراچی کے مدرسۃ الاسلام میں دورانِ تدریس (۱۸۹۷-۱۹۰۷ء) اس موضوع پر ۳۸ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ تیار کیا تھا جو ۱۹۰۶ء میں اصح المطابع لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے اس پر مزید توجہ کی اور اس کے مختلف پہلوؤں پر مفید اضافہ کر کے اسے نئے انداز سے مطبع احمدیہ، علی گڑھ سے شائع کرایا جو ۵۵ صفحات پر مشتمل تھا اور ۱۹۳۰ء میں اس نئی بحث کی اشاعت دار المصنفین کے خرچ پر مطبعہ سلفیہ قاہرہ سے منظر عام پر آئی۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں، الامام عبد الحمید الفراہی، امعان فی اقسام القرآن، دار القلم، دمشق، ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ء، ص ۶)۔

۳۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: الامام عبد الحمید الفراہی، تحقیق وشرح محمد اجمل ایوب اصلاحی، مفردت القرآن (نظرات جدیدۃ فی تفسیر الفاظ قرآنیۃ) دار الغرب الاسلامی، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۲ء، ص ۷۴

۴۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان (الجزء الاول)، تالیف الامام عبد الحمید الفراہی، اعتناء عبید اللہ الفراہی، دار الغرب الاسلامی، تونس، الطبعۃ الاولی، ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء، ص ۴۹۶

۵۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: تفسیر سورۃ الکوثر، (منہج جدید، رؤیۃ جدیدۃ) تالیف الامام عبد الحمید الفراہی، دار عمان، الاردن، الطبعۃ الاولی، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء، ص ۷۶

۶۔ محمد فرید راوی، الامام عبد الحمید الفراھی وجھودہ فی التفسیر وعلوم القرآن، دار الشاکر، ملیشیا، الطبعۃ الاولی، ۲۰۱۵ء، ص ۱۰-۱۲

۷۔ حوالہ مذکور ص ۹

۸۔ مصنف نے مقدمہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود علمی سطح پر کوئی ایسی کتاب دستیاب نہ ہو سکی جو اس موضوع کے تمام ابعاد کا احاطہ

کرتی ہو۔اس ضمن میں انہوں نے بعض مقالات ورسائل کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی فہرست نقل کی ہے (ص ۱۵-۱۶)۔لیکن مصنف کی فہرست عرب دنیا کے رسائل ومقالات ہی تک محدود ہے۔ ہندوپاک کی مختلف جامعات میں بھی امام فراہی کی تفسیری وادبی خدمات کے تعارف میں عربی زبان میں تحقیقی کام ہوا ہے جو مصنف کے علم میں نہیں ہے۔ڈاکٹر معین الدین اعظمی نے ۱۹۶۸ء میں منھج الفراھی فی تفسیر القرآن کے عنوان سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ عربی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ۔۳۸۲صفحات پر مشتمل ان کی یہ تھیس ۱۹۹۰ء میں طبع ہوچکی ہے۔اسی طرح محمد نافع اور عرفات ظفر نے بالترتیب عبدالحمید الفراھی حیاته و دراسة نقدية و تحليلية لآثاره النشرية،مساهمة عبدالحميد الفراهي في الادب العربي کے عنوان سے تحقیقی مقالہ پر جے این یو سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی ہے۔اور ابوذر متین نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے مساهمة عبدالحميد الفراهي في اللغة العربية وآدابها کے موضوع پر ۲۰۰۶ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ۔اسی طرح ڈاکٹر محمد راشد اصلاحی نے مساهمة مدرسة الاصلاح في اللغة العربية و آدابها میں علامہ فراہی کی خدمات کا بھی ذکر کیا ہے۔ پاکستان کے جناب حافظ انس نضر نے "حمید الدین فراہی اور جمہور کے اصول تفسیر تحقیقی وتقابلی مطالعہ" کے عنوان پر اردوزبان میں ۲۰۱۰ء میں اپناڈاکٹریٹ کا مقالہ مکمل کیا ہے،ادارہ علوم القرآن علی گڑھ کی لائبریری میں ان کی یہ تھیس دستیاب ہے۔

۹- مطبوعہ دارالمصنفین،شبلی اکیڈمی،اعظم گڑھ

۱۰- علماء ہند کی تفسیری خدمات کے ضمن میں درج ذیل کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں: شاہد علی،اردو مفسرین کا تفسیری موقف، کتابی دنیا، دہلی، ۲۰۰۵ء، قاضی زاہد الحسینی، تذکرۃ المفسرین،دارالارشاد،اٹک، پاکستان، ۱۴۰۱ھ،محمد سالم قدوائی، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۱۹۷۳ء،عابد رضا بیدار،

قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برس میں، خدا بخش لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۵ء، حافظ محمد طارق، علماء برصغیر کی تفسیر ماثور میں خدمات ایک تحقیقی جائزہ، حمید شطاری، قرآن مجید کے اردو تراجم وتفاسیر کا تنقیدی مطالعہ (۱۹۱۴ء) تک، حیدرآباد، ۱۹۸۲ء

۱۱- الامام عبد الحمید الفراهی وجهوده فی التفسیر وعلوم القرآن، ص ۵۶

۱۲- تفصیل کے لئے دیکھیں: نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان (الجزء الاول والثانی)، تالیف الامام عبد الحمید الفراہی، اعتناء ڈاکٹر عبید اللہ الفراہی، دار الغرب الاسلامی تونس، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء،

۱۳- جوزف ہارویز پر اردو میں تفصیلات کے لئے دیکھیں: ظفر الاسلام، جوزف ہارویز، نامورانِ علی گڑھ (فکر ونظر علی گڑھ کا خصوصی شمارہ)، مارچ ۱۹۹۱ء، ص ۳۱-۴۲

۱۴- حدیث کے باب میں امام فراہی کے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لئے دیکھیں: امین احسن اصلاحی، مولانا حمید الدین فراہی اور علم حدیث، معارف، ۴۹/۲، فروری ۱۹۴۲، ص ۸۵-۱۰۳، ۲۲۳، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۹۹، الطاف احمد اعظمی، مولانا فراہی اور علم حدیث، علامہ حمید الدین فراہی، حیات وافکار (مقالات فراہی سیمینار) انجمن طلبہ قدیم مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء

۱۵- الامام عبد الحمید الفراهی وجهوده فی التفسیر وعلوم القرآن، ص ۹۴

۱۶- الامام عبد الحمید الفراهی وجهوده فی التفسیر وعلوم القرآن، ص ۵۹-۷۹

۱۷- الامام عبد الحمید الفراهی وجهوده فی التفسیر وعلوم القرآن، ص ۹۸

۱۸- االامام عبد الحمید الفراهی وجهوده فی التفسیر وعلوم القرآن، ص ۱۱۸

۱۹- حوالہ مذکور، ص ۱۲۰، (بحوالہ مجموعہ تفاسیر فراہی، ص ۴۳)

۲۰- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، عبد الحمید فراہی، ترجمہ امین احسن اصلاحی، ذبیح کون ہے؟ دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ

۲۱- الامام عبد الحمید الفراهی وجهوده فی التفسیر وعلوم القرآن، ص ۱۴۵

۲۲- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، تاج کمپنی، دہلی،

۱۹۸۷ء، ۹/ ۱۹۶-۱۹۸

۲۳- امام فراہیؒ کی تفسیر سورہ فیل شروع ہی سے موضوع بحث رہی ہے اور اس کی تائید ومخالفت میں متعدد اہل قلم نے مقالات تحریر کئے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: کتابیات فراہی، محولہ بالا، ص ۶۵

۲۴- امام فراہی کی تفسیر سورہ اللھب کے تجزیاتی مطالعہ تفصیل کے لئے دیکھیں: ضیاء الدین اصلاحی، مولانا حمید الدین فراہی کی تفسیر سورۃ اللھب، علوم القرآن، ۲/۱ جنوری۔ جون ۱۹۸۷ء، ص ۷۔ ۲۸

۲۵- کتابیاتِ فراہی، محولہ بالا، ص۵۲

۲۶- عبدالرحمٰن بن یحیی المعلمی الیمانی رمترجم محمد رضی الاسلام ندوی، مولانا فراہی کی تفسیر سورۂ فیل ایک تنقیدی جائزہ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، ۳۴/۱، جنوری -مارچ 2015، ص۹۵-۱۱۶

۲۷- ضیاء الدین اصلاحی، مولانا حمید الدین فراہی کی تفسیر سورہ اللّھب، علوم القرآن ۲/۱، جنوری۔ جون ۱۹۸۷، ص ۷۔ ۲۸

۲۸- **الامام عبد الحمید الفراهی وجهوده فی التفسیر وعلوم القرآن**، ص۱۷۵

۲۹- **الامام عبد الحمید الفراهی وجهوده فی التفسیر وعلوم القرآن**، ص۱۷۹

۳۰- تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: شبلی نعمانی، قرآن مجید میں خدا نے قسمیں کیوں کھائیں (رسالہ فی اقسام القرآن کی تلخیص) ماہنامہ الندوہ، لکھنؤ، ۲/۳، اپریل ۱۹۰۶ء، ص۲۲۔ ۳۲

۳۱- تفصیل کے لئے دیکھیں: حافظ عبد الاحد اصلاحی، اقسام قرآن، قرآنی مقالات (ماہنامہ الاصلاح کے منتخب قرآنی مضامین) مرتبہ اشتیاق احمد ظلی، ادارہ علوم القرآن شبلی باغ، علی گڑھ، طبع ثانی، ۲۰۱۲ء، ص ۲۴۷۔ ۲۵۸

۳۲- امام حمید الدین فراہی رترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی، اقسام القرآن، دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، بدون تاریخ، ص ۱۴۴

۳۳- ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی نے اسالیب القرآن کے مباحث کو مکمل کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے۔ تحقیق وتدوین کے بعد اب یہ کتاب تین جلدوں میں مرتب ہو چکی ہے۔ لیکن ابھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی ہے۔

۳۴- الامام عبد الحميد الفراهي وجهوده في التفسير وعلوم القرآن، ص۲۰۹-۲۱۸

۳۵- محمد راشد ندوی، مولانا فراہی کے تنقیدی نظریات ''جمهرة البلاغة'' کی روشنی میں، علامہ حمید الدین فراہی حیات وافکار (مقالات فراہی سیمینار) محولہ بالا ص۵۳۳-۵۴۶

۳۶- محمد راشد الندوی/تعریب تسنیم کوثر، الاستاذ العلامة حميد الدين الفراهي وآراءه في النقد والبلاغة، مجلة المجمع العلمي العربي الهندي، المجلد ۱۷، العدد المزدوج، ۱-۲، یونیو ۱۹۹۵م، ص۲۹-۵۸